مسلمانوں کے باہمی اختلافات، بگڑے ہوئے عقائد اور حکم وعدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان خدمات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ رمئی ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۲﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴﴾ (ابراہیم:۲-۴)

اور پھر فرمایا:

یہ آیات جو میں نے آج کے خطبہ کے لئے منتخب کی ہیں ان میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک امتیازی صفت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ آپؐ بنی نوع انسان کو اندھیروں سے

نور کی طرف لے کر آنے والے ہیں۔

یہ امتیازی صفت ان معنوں میں تو امتیازی صفت ہے کہ تمام بنی نوع انسان میں وہ ایک ہی وجود تھا جس کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا یا خدا نے جسے یہ منفرد اہلیت بخشی تھی مگر ان معنوں میں امتیازی نہیں کہ بعد میں ایسے اور لوگ آپؐ کی غلامی میں پیدا نہیں ہو سکتے یا پیدا نہیں ہوں گے یا مختلف زمانوں میں پیدا نہیں ہوئے جو اس کام کو جاری رکھیں۔ درحقیقت جس نور کی طرف خدا کا نبی بلاتا ہے اس کے ساتھ اور بہت سی آوازیں اٹھنے لگتی ہیں اور بہت سے غلام اس کام میں اس کے شریک ہو جاتے ہیں اور ہر طرف گویا شمع ہدایت جلنے لگتی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اس منظر پر نہایت ہی پیارے رنگ میں روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم.

کہ میرے صحابہؓ کو تو دیکھو جو ستاروں کی طرح روشن ہو گئے۔ انہوں نے میرے نور سے نور پکڑا تو وہ خود بھی ایسے نورانی وجود بن گئے کہ تم ان میں سے جس کے پیچھے چلو گے تمہیں وہ ہمیشہ ہدایت ہی کی طرف لے کر جائیں گے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِۙ۝۲ ان کے رب کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے یہ کام حضرت محمد مصطفی ﷺ کو سونپا ہے۔ ”ان کے رب کی طرف سے“ کا جو محاورہ ہے اس کے متعلق عام طور پر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا ذکر ہوتا ہے تو رَبَّک کا خطاب ملتا ہے لیکن یہاں بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اس لئے فرمایا گیا کہ جو مخاطب ہیں ان کو پابند کیا جائے، ان کو بتایا جائے کہ یہ تمہارے رب کا حکم ہے، تمہیں ماننا پڑے گا۔ یہ ایسا حکم نہیں ہے جس کو صرف حضرت محمد مصطفی ﷺ کی طرف خاص کیا گیا ہو۔ اگرچہ بلاتا یہ ہے لیکن یاد رکھو کہ تمہارے رب کا حکم ہے اور تم پابند ہو کہ تمہیں ہدایت کی طرف بلائے تو تم اس کی آواز پر لبیک کہو اور اس نور کی طرف چلے آؤ جس کی طرف یہ بلاتا ہے۔

پھر رَبِّهِمۡ کے مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا یہ وہی رب ہے جو زمین و آسمان کا رب ہے اور جس کے حکم سے ہٹ کر پھر کوئی پناہ نہیں اور نجات کی کوئی راہ نہیں۔ فرمایا: وَوَيۡلٌ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِيۡدِۙ اگر اس حکم کا انکار کریں گے تو پھر ان کے لئے عذاب

شدید مقدر ہے۔لیکن بدبختی سے کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں۔الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وہ آخرت کی زندگی پر دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے لگتے ہیں اور صرف یہی نہیں کہ اپنے لئے ترجیح دیتے ہیں بلکہ دوسروں کی راہ بھی روکتے ہیں تا کہ وہ ہدایت کی پیروی نہ کریں۔وہ راہیں روک کر بیٹھ جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی راہوں کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔وہ چاہتے ہیں کہ ان کی افتادطبع کی طرح اللہ کی راہ ٹیڑھی ہو جائے اور لوگ ان کے خیالات کی پیروی کریں نہ کہ اللہ کے احکام کی۔فرمایا: اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ اس قسم کی ٹیڑھی سوچوں والے پھر نجات پایا نہیں کرتے،ان کا نجات پانا ایک بہت دور کی بات ہوتی ہے۔یہ سیدھی راہ سے بھٹکتے بھٹکتے اتنا دور نکل گئے ہیں کہ ان کے لئے واپس آنے کا وقت نہیں رہا۔یعنی آئمۃ التکفیر جن کی بات ہو رہی ہے ان کو آواز دینا تو فرض ہے اور ہدایت کی طرف بلانا تو ضروری ہے لیکن بعض بدبخت اور بدقسمت لوگ جو آئمۃ التکفیر کہلاتے ہیں وہ ضلال بعید میں مبتلا ہوتے ہیں اور گمراہی میں اتنے دور نکل چکے ہوتے ہیں کہ ان کی واپسی کی امید بہت تھوڑی رکھی جاسکتی ہے۔

مذہبی لحاظ سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لانے کا یہی وہ کام تھا جو آنحضرت ﷺ کی غلامی میں حضرت مہدی علیہ السلام کو سونپا جانا تھا اور یہ کام آپ کے لئے مقدر تھا۔چنانچہ آنحضرت ﷺ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ وہ حکم وعدل ہوگا،وہ ایسے وقت میں آئے گا جب کہ دین میں ٹیڑھی راہیں تجویز ہو چکی ہوں گی،خدا تعالیٰ کی جاری کردہ راہ میں کئی اور راہیں نکال لی جائیں گی اور مذہب اسلام کو پارہ پارہ کر دیا گیا ہوگا،اختلافات حد سے زیادہ بڑھ چکے ہوں گے۔اس وقت امام مہدی پیدا ہوں گے جو لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال لائیں گے۔چنانچہ امام مہدی کے متعلق اس مضمون کو احادیث میں حکم وعدل کے عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے۔کیونکہ ظاہر ہے اختلافات پیدا ہوں گے تو وہ حکم بن کر آئے گا،ایک دوسرے سے معاملات میں جور وستم ہوں گے تو وہ عدل بن کر آئے گا۔پس دنیا میں جب اختلافات بڑھ جانے تھے تو امام مہدی نے آکر اختلافات مٹانے کے لئے فیصلے کرنے تھے اور اسلام کے متعلق بگڑے ہوئے تصورات کے متعلق فیصلے دینے تھے کہ اصل صورت کیا ہے۔یہی وہ کیفیت ہے جس کو بیان

کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ ،قرآن ،نماز ،روزہ ،حج ،زکوۃ غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔''

(الفضل ۳۰؍ جولائی ۱۹۳۱ء)

اس عبارت کو اپنے سیاق وسباق سے الگ کر کے اس کتابچہ میں بڑے فخر کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔جس کو حکومت پاکستان کی طرف سے ''قادیانیت۔اسلام کے لئے سنگین خطرہ'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جارہا ہے کہ دیکھیں جرم اقراری ہو گیا یعنی مجرم نے اقرار کرلیا اور اپنے منہ سے تسلیم کرلیا کہ ان کا اسلام اور ہے اور ہمارا اسلام اور۔چنانچہ اس سرکاری کتابچہ میں لکھا ہے:

''قادیانی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے اور دیگر مسلمانوں کے درمیان وجہ اختلاف صرف مرزا غلام احمد کی نبوت ہی نہیں بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا خدا، ان کا اسلام، ان کا قرآن، ان کے روزے فی الحقیقت ان کی ہر چیز باقی مسلمانوں سے مختلف ہے۔اپنی ایک تقریر میں جو الفضل کے ۳۰؍ جولائی ۱۹۳۱ء کے شمارے میں ''مسلمانوں سے اختلاف'' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد کہتے ہیں (آگے وہی عبارت درج ہے جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں)۔''

(قادیانیت۔اسلام کے لئے سنگین خطرہ۔صفحہ ۲۶)

اس سلسلہ میں پہلی بات جو کہنے کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ جس نے بھی اس کتابچہ میں یہ عبارت تجویز کی ہے اور جس نے بھی یہ نتیجہ نکالا ہے ہم قطعی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اس نے عمداً جھوٹ بولا ہے۔

ان سب لوگوں کو علم ہے، حکومت پاکستان کے بڑے لوگوں کو بھی علم ہے اور چھوٹوں کو بھی، علماء کو بھی علم ہے اور وزراء کو بھی کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے عقائد کو بار بار بڑی کثرت اور بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرما چکے ہیں اور جماعت احمدیہ کی روزمرہ زندگی مخالفین کے سامنے ایک کھلی کتاب کے طور پر موجود ہے۔ پس سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے کہ ہمارا خدا الگ ہے، ہمارا قرآن الگ ہے، ہمارا اسلام الگ ہے، ہمارے روزے الگ ہیں۔ کلمہ طیبہ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ الگ ہے لیکن اب خود ہی ایسے اقدامات کئے جس کے نتیجہ میں تمام دنیا پر خود ہی یہ ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئے کہ احمدیوں کا کلمہ وہی تھا جو ہمارا کلمہ تھا، ہم جھوٹ بولا کرتے تھے، نوے سال تک ہم نے جھوٹ بولا اور اب ہم اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ احمدیوں کا وہی کلمہ ہے جو ہمارا کلمہ ہے، لیکن ہم ان کو وہ کلمہ استعمال نہیں کرنے دیں گے۔ پس ان کا ہر جھوٹ خود بخود کھلتا چلا جا رہا ہے اس لئے یہ عبارت جس نے بھی لکھی ہے وہ لازماً دجل کا بڑا ماہر اور عمداً جھوٹ بولنے والا ہے، وہ ایک ہے یا ایک سے زیادہ ہیں اس سے ہمیں غرض نہیں مگر وہ حکومت اس جھوٹ کی ذمہ دار ہے جس نے دنیا کو دھوکا دینے کے لئے اسے اپنے کتابچہ میں شائع کیا ہے۔

حکومت پاکستان کے سرکاری کتابچہ کے مندرجہ بالا الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ گویا واقعۃً احمدیوں کی سب چیزیں الگ ہیں۔ امر واقعہ یہ نہیں ہے کیونکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ فصاحت و بلاغت کا یہ ایک طریق ہوتا ہے کہ ایک چھوٹے سے جملے میں وسیع مضمون بیان کئے جاتے ہیں۔ مثلاً بعض دفعہ کہا جاتا ہے کہ تم اور میں اور۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے یہ تسلیم کر لیا کہ تم انسان نہیں ہو، تم کوئی جانور مثلاً گدھے یا کتے ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ تم اور قسم کے انسان ہو اور میں اور قسم کا انسان ہوں، تم میں انسان کی سی صفات باقی نہیں رہیں، میں انسان ہوں میری انسانیت میں کوئی شبہ نہیں لیکن تم بدل چکے ہو، تم نے اپنی انسانیت کے اندر غیر انسانی صفات داخل کر لی ہیں۔ بالکل اسی معنی و مفہوم میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا فقرے استعمال فرمائے۔ جماعت کو یہ بتانے اور سمجھانے کے لئے کہ کسی معمولی اختلاف کی وجہ سے خدا نے یہ سلسلہ شروع نہیں کیا بلکہ مخالفین احمدیہ کا خدا تعالیٰ کے بارہ میں تصور، قرآن کا تصور، ملائکہ کا تصور، انبیاء کا تصور، آخرت کا تصور، جنت و جہنم اور حیات بعد الموت کا تصور، غرض اسلام کی بنیادی باتوں کے

تصورات جماعت احمدیہ کے تصورات سے مختلف ہیں ۔ جماعت احمدیہ کا دعویٰ یہ ہے اور ہم اس دعوے کو نوے سال سے دہراتے چلے آرہے ہیں کہ ہمارا اسلام وہی ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا اسلام تھا، ہمارا خدا وہی ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا خدا تھا، ہمارا ملائکہ کا تصور وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا گیا، ہمارا قرآن حقیقی معنوں میں وہی قرآن ہے جو آنحضرت ﷺ کے قلب صافی پر نازل ہوا تھا، جنت اور جہنم کے بارہ میں بھی ہمارا وہی تصور ہے جو قرآن کریم پیش کرتا ہے اور جو سنت نبویؐ سے ثابت ہے، مگر حکومت پاکستان کے سرکاری کتابچہ میں جانتے بوجھتے ہوئے حقائق کو غلط رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جہاں تک اختلافات کا تعلق ہے اس کی تفصیل بڑی لمبی ہے اس کے متعلق کئی صفحات پر مشتمل اقتباسات موجود ہیں ۔ مجھے آج جمعہ پر آتے ہوئے دیر بھی اسی لئے ہوئی ۔ ایک ہفتہ سے کوشش کر رہا ہوں کہ کسی طرح اس مضمون کو سمیٹ سکوں اور اقتباسات (حوالہ جات) میں سے کچھ منتخب کرلوں اور باقی کو چھوڑ دوں ، لیکن اس مضمون کو واضح کرنے کے لئے اتنے زیادہ اقتباسات ہیں جو آٹھ دس خطبوں کا موضوع بن سکتے ہیں ۔ ان سب کو سمیٹ کر میں آج ایک خطبہ میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا ۔

ایک متقی ، پرہیز گار اور سچائی کا پرستار اگر تحقیق کرنا چاہتا تو اس کو چاہئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو پیش کرتا اور پھر مخالف علماء جو آج بھی جماعت احمدیہ کے اول دشمن ہیں انہوں نے ذات باری تعالیٰ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو بھی پیش کرتا اور دنیا کو یہ بتاتا کہ دیکھو احمدیوں کا اللہ اور ہے اور ہمارا اللہ اور ہے ۔ اِس طرح دنیا دیکھ لیتی اور سمجھ جاتی کہ اللہ کے بارہ میں کس کا عقیدہ حق ہے اور کس کا عقیدہ ایک خیالی اور تصوراتی بات ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ ، ملائکہ ، کتب سماویہ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو تحریرات ہیں وہ پیش کی جاتیں اور بتایا جاتا ہے کہ یہ ان کا تصور ہے اور یہ ہمارے علماء کا تصور ہے ۔ پس چونکہ سرکاری رسالہ کے لکھنے والوں نے ایسا نہیں کیا اس لئے اب میں نمونۃً بتاتا ہوں لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے بے شمار اقتباسات میں سے وقت کی مناسبت سے اس وقت گنتی کے چند حوالے ہی پیش کر سکوں گا ۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعلق ہے شیعہ کتب میں اللہ تعالیٰ کا جو تصور پایا جاتا ہے پہلے وہ سنئے۔تذکرۃ الائمہ صفحہ ۹۱ پر لکھا ہے: ’’حضرت علیؓ خدا ہیں‘‘

حق الیقین از امام محمد باقر مجلسی صفحہ ۲۸ در بیان تفضیل امیرالمومنین بر سائر الانبیاء میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ: ’’حضرت علیؓ جمیع انبیاء سے افضل ہیں‘‘

اور جہاں تک بریلوی عقائد کا تعلق ہے بریلویوں کے نزدیک خدا وہ خدا ہے جس کی صفات اور قدرتیں اس کے ان بندوں ہی میں تقسیم نہیں ہوئیں جو زندہ ہیں بلکہ ان بندوں میں بھی تقسیم ہیں جو مردہ ہیں اور وفات یافتہ کہلاتے ہیں ان کے مزاروں میں بھی خدا کی طاقتیں موجود ہیں اور وہ اس بارہ میں اللہ کے شریک ہیں۔ چنانچہ ان تصورات کی بنا پر آج پاکستان جیسے ملک میں لاکھوں قبریں ایسی ملیں گی جہاں مختلف رنگ کی جھنڈیاں لگی ہوں گی یا بوسیدہ کپڑے (جنہیں پنجابی میں ٹاکیاں کہتے ہیں)یعنی مختلف رنگوں کے چیتھڑے لٹکے ہوئے ہوں گے اور ہر قبر کی ایک تو قیر بیان کی جاتی ہے۔کوئی قبر بیماری ٹھیک کرنے کی قبر ہے‘ کوئی بچہ دینے کی قبر ہے‘ کوئی لڑکا دینے کی قبر ہے‘ کوئی لڑکی دینے کی قبر ہے‘ کوئی سل سے نجات دینے کی قبر ہے۔غرض ایک مومن کی ہر قسم کی مرادیں جو خدا تعالیٰ سے وابستہ ہوتی ہے اور ہر قسم کی حاجات جو خدا کے سوا خدا کا بندہ کسی اور سے مانگنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا وہ صرف زندوں سے نہیں بلکہ مردوں سے مانگی جاتی ہیں اور اس کے شرعی طور پر جواز پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ احکام الشریعۃ حصہ دوم صفحہ ۱۰۶ مسئلہ نمبر ۲ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں۔

> ’’اولیاء کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے کہ مزارات سے قبروں میں سے امور دنیا میں تصرف کرنا اور کسی کو کچھ دینا اور کسی کے ہاتھ روک لینا یہ سب برحق ہے۔(اور ایک آیت کریمہ سے جس میں بیان فرمایا گیا کہ کفار اہل قبور سے مایوس ہو چکے ہیں مطلب یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہونے سے،اس سے استنباط کر کے یہ لکھا گیا ہے) کہ وہ سارے کافر ہیں جو مردوں سے ان کی طاقتوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کی نص صریح ان کے نزدیک یہ بتاتی ہے کہ مردے اپنے تصرفات میں خدا تعالیٰ کے شریک ہیں۔گویا یہ

لکھا گیا ہے کہ جو لوگ اس بات سے مایوس ہو گئے ہیں وہ لازماً کافر ہیں۔''

اسی طرح بریلویوں کے مشہور عالم دین حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی نے لکھا ہے:

''ارشاد ہے مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ (یونس: ۱۰۷) یعنی (قرآن کریم میں یہ جو فرمایا گیا ہے) انہیں نہ پکارو جو بذات خود نفع و نقصان نہ دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بت نہ نفع دیں نہ نقصان ۔لہٰذا ان کو نہ پکارو اور نبی ولی چونکہ نفع بھی دیتے ہیں اور نقصان بھی۔ لہٰذا ان کو پکارو۔''

(مواعظ نعیمیہ حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ مجموعہ مواعظ الحاج احمد یار خان)

ایک یہ ہے خدا تعالیٰ کا تصور اور اس کے برعکس خدا تعالیٰ کا ایک اور تصور بھی ہے جو انہی علماء کے ایک دوسرے طبقہ میں پایا جاتا ہے اور یہ دونوں ان باتوں میں آپس میں جنگ و جدال بھی کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک طرف خدا تعالیٰ کے مقام و مرتبہ میں عام فانی بندوں کو بلکہ مردہ بندوں کو شریک کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف اللہ کو گناہگار بندوں کے ساتھ شامل کیا جا رہا ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ میں بھی گناہ کی قدرت ہے اور اس پر بحثیں اٹھائی جاتی ہیں۔ چنانچہ دیوبندیوں کی ایک کتاب میں لکھا ہے:

''پس ہم نہیں مانتے کہ خدا کا جھوٹ محال بالذات ہو ورنہ لازم آئے گا کہ انسانی قدرت خدا کی قدرت سے زائد ہو جائے گی۔''

(یک روزی مصنفہ مولوی محمد اسماعیل صاحب صفحہ ۱۴۵)

اور اس مسئلہ پر مولویوں کی آپس میں بڑی لمبی لمبی بحثیں ہوتی رہی ہیں، صرف امکان کذب نہیں بلکہ اس بحث میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ کہتے ہیں:

''اب افعال قبیحہ کو قدرت قدیمہ حق تعالیٰ شانہٗ سے کیونکر خارج کر سکتے ہیں''۔

''افعال قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہیں۔''

''افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم کرتے ہیں۔'' (الجہد المقل حصہ اول صفحہ ۴۱)

اور جو افعال قبیحہ گنوائے گئے ہیں انسان ان کو بیان بھی نہیں کر سکتا۔ اگر چہ وہ کسی اور کا کلام ہے لیکن پھر بھی وہ زبان پر لاتے ہوئے شرم آتی ہے مگر اللہ جل شانہٗ کے متعلق ان لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے:

’’چوری ،شراب خوری، جہل ظلم سے معارضہ کم فہمی ہے ......خدا کی قدرت بندہ سے زائد ہونا ضروری نہیں حالانکہ یہ کلیہ ہے کہ جو مقدور العبد ہے، مقدور اللہ ہے۔‘‘

(تذکرۃ الخلیل مصنفہ عاشق الٰہی میرٹھی)

اللہ تعالیٰ کی شان میں اس نہایت ہی ذلیل اور نہایت ہی گندے کلام میں یہ دونوں مکتب فکر ہی دراصل خدا تعالیٰ کی ذات کے تصور کو کلیۃً بگاڑنے والے ہیں۔ایک بندوں کو اٹھا کر خدا سے ملا رہا ہے اور دوسرا خدا کو گرا کر بندوں سے ملا رہا ہے ۔یہ خدا وہ خدا تو نہیں جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر جلوہ گر ہوا تھا۔یہ وہ خدا تو نہیں جو ساری کائنات کا خدا ہے اور ہر عیب سے پاک ہے اور بے جان چیزیں (جن کو ہم بے جان سمجھتے ہیں وہ) بھی دن رات جس کی حمد اور تسبیح کے گیت گاتی ہیں۔کہاں خدا تعالیٰ کی ذات کا یہ اعلیٰ وارفع تصور اور کہاں خدا تعالیٰ کے متعلق وہ تصورات جو ان لوگوں نے پیش کئے۔پس ہم تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے خدا کے قائل ہیں اور ببانگ دہل یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر تمہارا خدا وہ خدا ہے جو تم نے لکھا ہے تو خدا کی قسم تمہارا خدا اور ہے اور ہمارا خدا اور ہے۔

خدا تعالیٰ کی ذات کو بندوں کے سامنے مجبور کر دینے اور خدا تعالیٰ کی صفات میں عام عاجز بندوں کو شریک ٹھہرانے کے ایسے ایسے قصے بنا لئے گئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ کی کرامات کے متعلق ایک لمبا قصہ بیان ہوا ہے کہ کس طرح انہوں نے بارہ سال کی ڈوبی ہوئی کشتی کو مع ان لوگوں کے جو اس میں سوار تھے، دریا سے نکال لیا۔چنانچہ گلدستہ کرامت جو بریلویوں کی بڑی مشہور کتاب ہے اس میں ایک بڑھیا کا ذکر ہے جو اپنے اکلوتے بیٹے کی بارات لے کر آرہی تھی ۔باراتی کشتی میں بیٹھ کر جب دریا پار کرنے لگے تو طوفان آ گیا اور وہ کشتی دریا میں غرق ہوگئی ۔بارہ سال تک وہ بڑھیا دریا کے کنارے بیٹھی رہی اور کہتے ہیں کہ پانی لینے کے بہانے وہ دریا پر جاتی تھی اور اپنے بیٹے کو رو دھو کر آ جاتی تھی ۔ایک دن حضرت عبدالقادر صاحب

جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے بڑھیا کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا بات ہے، کیا غم ہے؟ بڑھیا نے بتایا تو فرمایا کہ کوئی بات نہیں ۔ چنانچہ انہوں نے توجہ کی تو بارہ سال کا ڈوبا ہوا بیڑا دریا سے ابھر آیا۔ سارے لوگ زندہ سلامت ہنستے کھیلتے دولہا دلہن اسی طرح خوشی خوشی باہر آ گئے ۔

(گلدستہ کرامت ص۲۳۔۲۶ مصنفہ مفتی غلام سرور صاحب)

یہ ہے ان کا خدا کے بارہ میں تصور! دیکھئے کس طرح انسان کو خدائی میں شریک بنایا گیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے زور اور اپنی قوت کے ساتھ بارہ بارہ سال کے مرے ہوئے لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر مقدرت رکھتا ہے۔

پھر ملائکہ کے بارہ میں ان کا جو تصور ہے وہ بھی اتنا بگڑا ہوا ہے کہ حیرت ہوتی ہے دنیا کے سامنے کس اسلام کو پیش کریں گے ۔ یہ لوگ ملائکہ کا جو تصور پیش کرتے ہیں وہ بھی ذرا غور سے سنئے لکھا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے ملائکہ میں سے بڑے عابد دو فرشتے جن کا نام ہاروت ماروت تھا چھانٹے (یعنی ملائکہ میں سے عام نہیں بلکہ چوٹی کے عابد زاہد فرشتے جو خدا کو پسند آئے کہ یہ بڑے اچھے بزرگ فرشتے ہیں وہ چھانٹے) اور انسان کی سب خواہشیں ان میں پیدا کر کے کوفہ کی سرزمین پر جو ایک جگہ بابل ہے وہاں ان کو بھیجا اور وہاں وہ ایک عورت زہرہ نامی پارسن کی الفت میں مبتلا ہو کر (پارسن کا اندازہ کیجئے کس طرح پتہ چلتا ہے اس کو کہتے ہیں نا تفصیلی علم ۔ جانتے ہیں کون تھا کیا ذات تھی کیا قوم تھی اور کس طرح اس کے عشق میں مبتلا ہوئے فرشتے بیچارے) اس کے کہنے سے شراب پی گئے اور شراب میں .....زنا کے علاوہ شرک اور قتل نفس کا گناہ بھی ان سے سرزد ہوا اور ان گناہوں کی سزا میں قیامت تک ان پر طرح طرح کا عذاب نازل ہوتا رہے گا۔“

(تفسیر ”احسن التفاسیر“ جلد نمبر ا صفحہ ۱۰۸ مولفہ مولانا احمد حسن صاحب محدث دہلوی)

یہ ہیں ان کے فرشتوں کے بارہ میں تصورات اور جہاں تک شیعہ کتب میں فرشتوں کے تصور کا تعلق ہے تو وہ بھی سنئے ۔ کہتے ہیں:

”حضرت امام حسینؓ کی تکلیف اور بے بسی کو دیکھ کر ملائکہ نے خدا تعالیٰ سے بصد اصرار عرض کیا کہ حضرت امام حسینؓ کی مدد کرنے کی اجازت دی جائے (یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو روکا ہوا تھا کہ میں نے اجازت نہیں دینی اور فرشتے کہتے تھے کہ ہمیں ضرور اجازت دی جائے) بالآخر اللہ تعالیٰ نے اجازت دی لیکن (افسوس) جب فرشتے زمین پر جا پہنچے اس وقت حضرت امام حسینؓ شہید ہو چکے تھے“۔

(جلاء العیون اردو ترجمہ جلد۲ باب پنجم فصل ۱۴ اصفحہ ۴۹۸، فصل ۱۷ اصفحہ ۵۳۹)

گویا خدا تعالیٰ نے اجازت ذرا لیٹ دی اس لئے فرشتوں کو دیر لگ گئی پہنچنے میں۔اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ مخالفین احمدیت کا خدا اور اس کے فرشتوں کے بارہ میں کیسا مضحکہ خیز تصور ہے اور حملے کرتے ہیں حکم وعدل پر۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتیں تو ذرا پڑھ کے دیکھیں کہ خدا کیا ہے اور فرشتے کیا ہیں آسمانی کتابیں کیا ہیں اور انبیاء علیہم السلام کیا ہیں۔مگر مخالفین احمدیت نے ان کے بارہ میں جو تصورات پیش کئے ہیں وہ ان تصورات کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچ سکتے جو قرآن کریم اور سنت نبویؐ سے اخذ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پاک زبان میں ہمارے سامنے پیش فرمائے ہیں۔

یہ تو میں نے شیعہ کتب سے فرشتوں کے تصور کے بارہ میں جلاء العیون کا حوالہ پڑھ کر سنایا ہے۔اب ان کا ایک اور حوالہ بھی سنئے۔لکھا ہے:

”اور ایک فرشتہ نے (حضرت علیؓ سے) کہا **السلام علیک یا وصی رسول اللہ و خلیفتہ**............اور پھر خضر سے ملاقات کی اجازت مانگی۔حضرت علیؓ نے اجازت دے دی ....اس پر حضرت سلمان فارسیؓ پاس کھڑے تھے انھوں نے کہا کیا فرشتے بھی آپ کی اجازت کے بغیر کسی سے مل نہیں سکتے۔تو کہتے ہیں (حضرت علیؓ نے فرمایا) قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمانوں کو بلا ستون ظاہری بلند فرمایا ہے ان تمام ملائکہ میں سے کوئی بھی میری اجازت کے بغیر ایک دم کے لئے اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا اور یہی حال

میرے فرزند حسن وحسین اور اس کے فرزندوں کا ہے۔‘‘

(شیعہ رسالہ ’’درنجف‘‘ سیالکوٹ کا ’’الحق مع علیؓ‘‘ ۱۵ تا ۲۴ رفروری ۱۹۶۰ء جلد نمبر ۱۵ شمارہ ۷، ۸ ص ۶۰)

اللہ تعالیٰ تو قرآن کریم میں فرماتا ہے میرے اذن کے بغیر فرشتے دم نہیں مارتے جو کچھ میں کہتا ہوں وہی کرتے ہیں اس سے تجاوز نہیں کرتے (التحریم:۷) لیکن یہاں فرشتوں اور خدا دونوں کے تصور کو بگاڑ کر اس شکل میں پیش کیا جارہا ہے کہ گویا حضرت علیؓ کے اذن کے بغیر وہ دم نہیں مار سکتے اور حضرت علیؓ کے مقابل پر فرشتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

اسی طرح سرکاری کتابچہ میں **قرآن کریم کے متعلق** یہ کہا گیا ہے کہ ان کا قرآن اور ہمارا اور۔قرآن کریم کے بارہ میں میں ایک بات بتاتا چلوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کے عشق میں جو کچھ لکھا ہے نثر میں بھی اور نظم میں بھی وہ اتنا بے نظیر ہے کہ اس کے مقابل میں گزشتہ تمام بزرگوں کی عبارتیں اکٹھی کر لی جائیں تب بھی کیا حجم میں اور کیا علوم ومعارف بیان کرنے میں کوئی نسبت ہی نہیں ۔پرانے زمانے کے کسی بزرگ کی قرآن کریم کے عشق میں کوئی بھی نظم نکال کر دیکھ لیں جو عشق اور وارفتگی حضرت مسیح موعو علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں پائی جاتی ہے وہ کسی اور کے کلام میں نہیں ملتی۔آپ کیا خوب فرماتے ہیں:

دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۴۵۷)

یہ ایسے کلمات ہیں جو ایک عاشق صادق کے سوا کسی کے منہ سے نکل ہی نہیں سکتے۔چنانچہ قرآن کریم کے علوم ومعارف سے دنیا کو روشناس کرانے کی جو خدمت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرانجام دی اور جس قسم کے مبینہ دعوؤں سے اسے پاک ٹھہرایا وہ آپ ہی کا حصہ ہے اور یہ وہ مبینہ دعوے تھے جو بدقسمتی سے مسلمان علماء کی طرف سے کئے گئے تھے۔مثلاً قرآن کریم شک وشبہ سے بالا ہے لیکن بعض لوگ نسخ فی القرآن کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ دراصل قرآن پر سب سے بڑا حملہ ہے کیونکہ جب نسخ موجود ہو اور علماء کو اختلاف کی گنجائش مل جائے کہ کون سی آیت ناسخ ہے اور کون سی منسوخ ، کتنی آیات ناسخ ہیں اور کتنی منسوخ تو اس سے تو پھر سارے قرآن کریم کا اعتبار اٹھ

جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے وضاحت سے تحریر فرمایا کہ قرآن کریم کا ایک نقطہ بھی منسوخ ہوا نہ قیامت تک منسوخ ہوسکتا ہے۔ یہ ایک کامل کتاب ہے جو ہمیشہ محفوظ رہے گی، اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ لیکن اس قرآن کریم کے متعلق ہمارے مخالف علماء اور پرانے بزرگان نے جو تصورات پیش کرر کھے ہیں۔ ان میں سے چند نمونے میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ شیعہ مذہب کی تفاسیر میں سے ’’تفسیر صافی‘‘ ایک نہایت ہی معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے اس میں لکھا ہے:

’’اصل قرآن مفقود ہے۔ موجود سے دس پارے غائب ہیں۔ بعض آیات میں تحریف وتغیر ہے۔‘‘

(تفسیر صافی جزو۲۲ صفحہ ۱۱ نیز تفسیر لوامع التنزیل جلد ۴۔ از سید علی الحائری)

اسی طرح علامہ سید علی الحائری نے لکھا ہے کہ نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کے دس پارے مفقود ہیں بلکہ ان مزعومہ تلف شدہ دس پاروں کی کئی سورتوں کے نام بھی گنوائے ہیں اور ایک سورۃ نورین درج کی ہے جو **یاایھاالذین امنوا امنوا بالنورین** اور **والحمدلله رب العلمین** پر ختم ہوتی ہے۔

(تفسیر لوامع التنزیل تفسیر سورۃ الحجر جزو ۱۴ صفحہ ۱۵ تا ۱۶ از علامہ علی الحائری)

رسالہ نورتن اہل التشیع کا رسالہ ہے۔ ہمارے قاضی محمد یوسف مرحوم جو صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے ان کو اصل شیعہ کتب اکٹھی کرنے کا بہت شوق تھا۔ ان کی لائبریری میں یہ رسالہ موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے:

’’قرآن کریم حضرت علیؓ کی طرف نازل ہوا تھا‘‘

یعنی غلطی سے آنحضرت ﷺ پر نازل ہو گیا۔ مختلف شیعہ کتب میں اس کی توجیہات بیان کی گئی ہیں۔ بعض کہتے ہیں شکل ملتی تھی اس لئے جبرائیل علیہ السلام کو دھوکا لگ گیا۔ حضرت رسول کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ انہیں حضرت علیؓ سمجھ کر آپؐ پر قرآن نازل کر گیا۔ بس ایک دفعہ غلطی ہوگئی تو پھر اب مجبوری تھی۔

پس قرآن کریم کی تفسیر کے ذریعہ قرآن کریم پر جو مظالم توڑے گئے ہیں وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف نہ لاتے تو ان لوگوں نے اس

قرآن کا تصور ہی باقی نہیں رہنے دینا تھا۔ جو حضرت محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوا تھا، جو نور ہی نور ہے مگر نور سے نکال کر اندھیرے کی طرف لانے کا جو کمال ان (مولویوں) کو حاصل ہے یہ بھی حد درجہ کا کمال ہے۔ قرآن ایک ایسی کامل کتاب ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے لَا رَيْبَ فِيْهِ (بقرہ:۳) اس کامل کتاب پر انہوں نے ریب اور ظنوں کے پردے ڈال دیئے اور اپنی دانست میں تلاش کر کے ایسے بہت سے اندھیروں کی باتیں لے کر آئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

دنیا کا جو تصور قرآن سے ان مولویوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ اگر یہی تصور **نعوذباللہ من ذلک** دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تو اسلام کے خدا کو رد کرنے کے لئے یہی ایک عذر دنیا کے لئے کافی ہو گا۔ چنانچہ ایک عالم دین جو بڑے محقق ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں انہوں نے آیات قرآنیہ: وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (یٰسین:۴۱) رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (الرعد:۳) اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا (فاطر:۴۲) وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ (الانبیاء:۳۲) وغیرہ آیات سے استدلال کرتے ہوئے گردش زمین سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے:۔

> ”اور زمین کی گردش بھی ناممکن۔ اس لئے کہ پھر تو لازم آتا کہ ہمیشہ انسانی رہائش کے رخ تبدیل ہوتے رہتے۔ اگر میرا مکان صبح جانب مغرب ہے تو شام جانب مشرق اور دوپہر کو کسی اور جانب۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا .....نہ آسمان حرکت کرتا ہے نہ زمین۔ یہ دونوں ساکن وجامد ہیں۔ (قرآن کریم سے استنباط کرتے ہوئے اس جاہلانہ دلیل کے بعد پھر کہتے ہیں) غرض یہ کہ بہت جگہ باری تعالیٰ نے گردش زمین وآسمان کی تردید فرما کر موجودہ سائنسدانوں کی تردید فرمائی۔ سکون زمین وآسمان پر عقلی دلائل بھی بے شمار ہیں مگر فرمان خداوندی کے ہوتے ہوئے ان کی ضرورت ہی نہیں۔“
>
> (العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ صفحہ ۱۸۶ تا ۱۸۸)

اپنی بے عقلی **نعوذباللہ من ذلک** ساری کی ساری خدا کی طرف منسوب کر کے چھٹی کر دی۔ پھر فرماتے ہیں:

''میری تحقیق بھی یہ ہے کہ سوائے مقناطیس کے کسی چیز میں قوت کشش نہیں.....(ایک نیوٹن کا دور تھا۔ایک آئن سٹائن کا دور ہے۔ایک یہ فتاوٰی نعیمیہ کے مصنف کا دور آیا ہے۔کہتے ہیں کہ) میری تحقیق بھی یہ ہے کہ سوائے مقناطیس کے کسی چیز میں قوت کشش نہیں قرآن مجید میں کشش زمین کا انکار ہے ۔چنانچہ آیت کریم وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ (البقرہ:۷۵) سے دلیل پکڑتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ کے خوف سے پتھر گرتے ہیں۔معلوم ہوا کہ پتھر وغیرہ ہر چیز خود گرتی ہے نہ کہ زمین کی کشش سے۔کیونکہ اس دلالۃ النص میں خالق کائنات نے یَهۡبِطُ کا فاعل پتھر کو قرار دیا جب کہ سائنسدان کشش کو قرار دیتے ہیں۔اور بھی بہت آیات واحادیث ہیں کہ جن میں کشش کا انکار ہے اور آیت کریمہ میں پتھر گرنے کی وجہ خَشۡيَةِ اللّٰهِ ہے نہ کہ کشش۔'' (العطایا الاحمدیہ فی الفتاویٰ نعیمیہ صفحہ ۱۹۴)

اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ اس خدا کو اور اس قرآن کو تم تسلیم کرتے ہو اور اس قرآن کو دنیا کے سامنے پیش کرو گے اور دنیا سے منواؤ گے؟ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ کتنا عظیم الشان احسان ہے کہ کس طرح چاروں سمت پھیلے ہوئے اندھیروں سے نکال کر ہمیں اس نور کی طرف واپس لے آئے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب صافی پر نازل ہوا تھا۔

اور یہ صرف موجودہ علماء کا حال نہیں ہے بہت سے اندھیرے ایسے بھی ہیں جو مختلف زمانوں کے لوگ پیدا کرتے رہے اور قرآن کریم کے پر معارف اور پر حکمت کلام پر پردے ڈالتے رہے۔یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں جنہوں نے ان سب پردوں کو چاک کیا اور قرآن کریم کے ان انوار کو اپنی اصلی شکل میں ظاہر کیا جو دنیا پر غالب آنے کی مقدرت رکھتے ہیں مگر ان لوگوں نے قرآنی تعلیم پر پردے ڈال کر ظلم کیا۔چنانچہ علامہ ابن جریر جو مشہور مصنف اور بڑے بزرگ انسان تھے لیکن اپنے زمانہ کی تاریکیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں ان کی حسب ذیل روایت بیان کی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے اس زمین کے پرے ایک سمندر پیدا کیا ہے جو اس

(زمین) کو گھیرے ہوئے ہے اور اس کے پرے ایک پہاڑ ہے جسے قاف کہتے ہیں اور سماء دنیا اس پر قائم ہے۔ (یعنی زمین کے چاروں طرف ایک سمندر ہے۔ سمندر سے پرے ایک پہاڑ ہے اور وہ جو پہاڑ ہے اس کو قاف کہتے ہیں اور اس پر سماء دنیا قائم ہے) پھر اس پہاڑ کے پیچھے اس زمین جیسی اور زمین پیدا کی ہے اور دوسرا آسمان اس پر قائم ہے۔ اسی طرح سات زمینیں اور سات سمندر اور سات پہاڑ ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کا قول ہے کہ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ (لقمان:۲۸)''

مولوی مودودی صاحب کا تعلق ہے ان کی تفسیریں بھی بڑی دلچسپ ہیں۔ میں اس کا ایک نمونہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں وہ پہلے تو یہ کہتے ہیں:

''قرآن مجید کی ہر سورۃ میں اس قدر وسیع مضامین بیان ہوئے ہیں کہ ان کے لئے مضمون کے لحاظ سے جامع عنوانات تجویز نہیں کئے جاسکتے۔''

(تفہیم القرآن جلد ا صفحہ ۴۶)

اب یہ سوچنے والی بات ہے کہ بظاہر ایک چھوٹی سی بات کہہ دی ہے لیکن وہ عنوانات کیا ہیں جو خدا نے تجویز فرمائے ہیں یعنی کسی سورۃ کا نام بقرہ رکھا کسی کا نام یوسف رکھا کسی کا نام محمدؐ رکھا اور کسی کا المدثر اور کسی کا کچھ اور۔ یعنی قرآن کریم کی سورتوں کے بے شمار نام ہیں مگر یہ جتنے بھی نام ہیں وہ مولوی مودودی صاحب کی نظر میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی کہ اگر مضامین اتنے ہی وسیع اور پھیلے ہوئے ہیں کہ کسی سورۃ کا کوئی جامع نام نہیں رکھا جاسکتا تو گویا قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے خود جو نام رکھے ہیں وہ سارے کے سارے غیر جامع اور غیر فصیح ٹھہرتے ہیں۔ یہ بات اس قدر جاہلانہ ہے اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر ایسا ظالمانہ حملہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ ایک عالم دین اور اس قسم کی تفسیر۔ بات دراصل یہ ہے کہ خود مضمون کو سمجھ نہیں سکتے اور ہر عنوان کا جو تعلق سورۃ کے مضمون سے ہے اسے دیکھ نہیں سکتے لیکن اپنی کوتاہ بینی کو قرآن کریم اور خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

پھر قرآنی تفسیر کا عالم دیکھئے جس پر ساری دنیا میں شور پڑا ہوا ہے کہ مولوی مودودی

صاحب نے کمال کی تفاسیر لکھی ہیں۔ چنانچہ حور کی تشریح جو تفہیم القرآن تفسیر سورۃ الصافات اور تفسیر سورۃ دخان اور سورۃ الرحمان پر درج کی گئی ہے بڑی لمبی عبارت ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ (الرحمٰن:۷۳) میں خیموں سے مراد غالباً اس طرح کے خیمے ہیں جیسے امراء رؤساء کے لئے سیر گاہوں میں لگائے جاتے ہیں جہاں حوریں ہوں گی اور وہ خیموں کے اندر قید ہوں گی۔ فرماتے ہیں یہ دراصل غیر مسلموں کی نابالغ بیٹیاں ہیں چونکہ وہ جنت میں نہیں آسکتیں اس لئے جنت سے باہر باغات میں ان کے خیمے ہوں گے اور جو نیک لوگ پاک بیبیوں کے ساتھ رہ رہے ہوں گے ان کی خواہش ہوگی کہ وہ ان سے بھی ملاقاتیں رکھیں اور شب باشیاں کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو اجازت فرمایا کرے گا کہ ان خیموں میں غیر مسلموں کی جو خوبصورت بیٹیاں ہیں جو اس وقت تک جوان ہو چکی ہوں گی ان کے ساتھ راتیں گزار کے پھر واپس اپنی بیویوں کے پاس آجایا کریں۔ چنانچہ تفہیم القرآن پر لکھتے ہیں:

> ’’ایک نعمت کے طور پر جوان اور حسین وجمیل عورتوں کی شکل دے کر جنتیوں کو عطا کر دے گا تا کہ وہ ان کی صحبت سے لطف اندوز ہوں لیکن بہر حال یہ جن و پری کی قسم کی مخلوق نہ ہوں گی کیونکہ انسان کبھی صحبت ناجنس سے مانوس نہیں ہوسکتا۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد ۵: ص ۲۷۲)

یعنی یہ بھی بیان کر دیا کہ حوروں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کوئی روحانی مخلوق ہیں بالکل غلط ہے ان کا جنت کے متعلق یہ جسمانی تصور ہے جس کی دلیل کے طور پر انہوں نے یہ سارا قصہ گھڑا ہے۔ کہتے ہیں جس طرح ہم یہاں گوشت پوست کے انسان ہیں ویسے ہی وہاں ہوں گے اور چونکہ ایک انسان اپنی حاجات ضرور یہ جنوں اور پریوں کی قسم کی مخلوق سے پوری نہیں کرسکتا۔ اس لئے لازمی طور پر گوشت و پوست کی حوریں ہونی چاہئیں اور وہ کہاں سے آئیں گی۔ مسلمان عورتیں تو خود جنت میں ہوں گی۔ وہ تو ان کی بیویوں کے طور پر یا دوسرے رشتہ داروں کے طور پر ہوں گی تو انہوں نے یہاں کیسی اچھی ترکیب نکالی اور کیا اچھا رشتہ نکالا ہے کہ غیر مسلموں کی لڑکیوں کو جو نابالغ مرگئی ہوں ان کو حوریں بنا کر وہاں پہنچا دیا جائے۔ ذرا ان کی نگاہ میں قرآن کریم کی عزت افزائی دیکھئے۔ حد ہے کہ ایسے ایسے گستاخانہ کلمات قرآن کریم کے متعلق بطور معارف بیان ہو رہے

ہیں، آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کیا مقام ہے اس کتاب کا ان کے نزدیک!

ایک اور بحث اٹھائی گئی ہے ردالمختار علی الدرالمختار میں اور یہ احناف کی فقہ کی وہ کتاب ہے جو بریلویوں اور دیوبندیوں دونوں کو قبول ہے۔ان میں سے جو حنفی ہیں وہ سارے اس کو مانتے ہیں۔اس کتاب میں لکھا ہے:

''اگر نکسیر پھوٹے پس لکھی جائے سورۃ فاتحہ خون کے ساتھ اس کی پیشانی پر اور ناک پر، جائز ہے شفاء کے حصول کے لئے اور اسی طرح سورۃ فاتحہ پیشاب سے بھی لکھنی جائز ہے۔'' (ردالمختار علی الدرالمختار جلد اول صفحہ ۱۵۴)

یہ ان کا دین ہے! یہ ان کی گستاخیاں ہیں!!

اب میں **آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق ان کے قصے** سناتا ہوں۔آپ حیران ہوں گے کہ کیسے کیسے قصے گھڑے ہوئے ہیں۔آپ شکر کریں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج کر آپ کو کیسے کیسے ظلمات کے پردوں سے نکال کر روشنی عطا فرمائی ہے۔اس ضمن میں بے شمار حوالے ہیں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ایک خطبہ میں ان کو بیان کرنے کا حق ادا ہی نہیں ہو سکتا بلکہ کئی مہینے لگ جائیں گے اگر ان کی ساری باتیں کھول کر بیان کی جائیں۔

عصمت انبیاء کے مضمون کو لے لیجئے جماعت احمدیہ کا اس بارہ میں جو عقیدہ ہے وہ بڑا واضح ہے۔چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں متعدد جگہ بڑی کثرت کے ساتھ اور بڑی شان کے ساتھ عصمت انبیاء کا مضمون بیان ہوا ہے۔اس کا خلاصہ حضرت مصلح موعود کے الفاظ میں سنئے۔آپ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے تمام نبی معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔وہ سچائی کا زندہ نمونہ اور وفا کی جیتی جاگتی تصویر ہوتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں اور صفائی اور خوبصورتی سے اللہ تعالیٰ کی سبوحیت اور قدوسیت اور اس کے بے عیب ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔درحقیقت وہ ایک آئینہ ہوتے ہیں جس میں بدکار بعض دفعہ اپنی شکل دیکھ کر اپنی بدصورتی اور زشت روئی کو ان کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔نہ آدمؑ شریعت کا توڑنے والا تھا، نہ نوحؑ

گنہگار تھا، نہ ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ بولا، نہ یعقوبؑ نے دھوکا دیا، نہ یوسفؑ نے بدی کا ارادہ کیا یا چوری کی یا فریب کیا، نہ موسیٰؑ نے ناحق کوئی خون کیا، نہ داوٗدؑ نے کسی کی بیوی ناحق چھینی، نہ سلیمانؑ نے کسی مشرکہ کی محبت میں اپنے فرائض کو بھلایا یا گھوڑوں کی محبت میں نماز سے غفلت کی، نہ رسول کریم ﷺ نے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ کیا، آپؐ کی ذات تمام عیوب سے پاک تھی اور تمام گناہوں سے محفوظ و مصئون۔ جو آپؐ کی عیب شماری کرتا ہے وہ خود اپنے گند کو ظاہر کرتا ہے۔'' (دعوۃ الامیر صفحہ ۱۴۹)

جماعت احمدیہ کا انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ تصور ہے۔ اس تصور کی بناء پر کیسے ہم کہیں کہ یہ وہی تصور ہے جو تمہارا ہے۔ کیوں ہم یہ نہ کہیں کہ ہمارا رسولؐ اور ہے اور تمہارا اور۔ ہمارے انبیاء اور ہیں اور تمہارے اور کیونکہ تم نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو باتیں کہی ہیں اور جو کچھ لکھا ہے وہ سنو تفسیر حسینی از کمال الدین حسین میں لکھا ہے:

''شیطان کا نام فرشتوں میں حارث تھا۔ شیطان نے حضرت آدمؑ سے کہا کہ بیٹے کا نام عبدالحارث رکھو گے تو اس کی پیدائش سہل ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے عبداللہ کی بجائے عبدالحارث رکھ دیا۔''

(تفسیر سورۃ الاعراف آیت لئن اتیتنا صالحًا)

تفسیر جلالین اور معالم التنزیل میں لکھا ہے:

''حضرت آدمؑ نے شرک کیا''

(جلالین مع کمالین صفحہ ۳۵۳ معالم التنزیل زیر آیت مذکورہ)

یعنی دنیا میں پہلا شرک نعوذ باللہ من ذلک حضرت آدم علیہ السلام نے کیا۔ یہ ان کا نبیوں کے متعلق تصور ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق تفسیر معالم التنزیل میں زیر آیت وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۸﴾ (مریم: ۵۸) لکھا ہے۔

''حضرت ادریسؑ جھوٹ بول کر جنت میں داخل ہو گئے اور واپس

ہی نہیں نکلے۔‘‘

یعنی جنت میں داخل ہونے کا ایک یہ بھی رستہ ہے جو قرآن کریم کو معلوم ہی نہیں لیکن ان مفسر صاحب کو معلوم ہے۔ قرآن کریم نے تو یہی بتایا ہے کہ جس نے جنت میں جانا ہو وہ سچ کے رستے سے آئے اور یہ مفسر صاحب ہیں ان کو علم ہو گیا کہ ایک یہ بھی رستہ ہے جس کا ایک نبی اللہ کو پتہ تھا اور وہ جھوٹ کا رستہ تھا چنانچہ جھوٹ کے رستہ سے وہ جنت میں داخل ہو گئے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

حضرت لوط علیہ السلام کی پاکیزگی اور اپنی بیٹیوں کے لئے غیرت کا جو تصور مفسرین نے پیش کیا ہے وہ سنئے۔ تفسیر کشاف اور جلالین میں لکھا ہے:

’’حضرت لوطؑ نے اپنی بیٹیاں پیش کر دیں کہ ان سے شادی کر لو۔‘‘

(تفسیر سورۃ ہود زیر آیت ھؤلاء بنٰتی ھن اطھر لکم)

یعنی دو آدمیوں کو دو بیٹیاں، تین تھیں تو تین آدمیوں کو مل گئیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ساری قوم کو یہ جواب کیسے مطمئن کر سکتا تھا اور کیا ان کو عورتیں نظر ہی نہیں آتی تھیں۔ قرآن کریم میں تو یہ ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے ذہن گندے تھے، ان کے ذہنوں کی بناوٹ نہایت ہی ٹیڑھی ہو چکی تھی، ان کو ذلیل عادتیں پڑھ چکی تھیں، ہم جنس سے وہ لذتیں پوری کرنے کے عادی ہو چکے تھے اس لئے وہ حملہ کر کے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے کہ تم پاکیزگی کی یہ کیا تعلیمیں ہمیں دے رہے ہو اور اس کا علاج جو **نعوذ باللہ من ذلک** حضرت لوط علیہ السلام نے سوچا وہ بقول مفسرین یہ تھا کہ ساری قوم کی بیٹیوں کو رد کر کے اپنی دو بیٹیاں پیش کر رہے ہیں کہ یہ لے لو اور وہ گندے کام چھوڑ دو۔ جہالت کی بھی حد ہے اللہ کے نبی پر ایسا بیہودہ الزام اور پھر ساتھ جہالت کا بھی الزام لگاتے ہوئے ذرا شرم نہیں آئی۔

حضرت داؤد علیہ السلام خدا کے پاک اور عظیم الشان نبی ہیں ان کی زبور پڑھ کر دیکھ لیں خدا سے کیسی کیسی محبت کرنے اور اس کی قدوسیت کے گیت گانے والے نبی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار اور محبت کے ساتھ زبور کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق تفسیر البغوی و تفسیر الخازن میں هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (صٓ:۲۲) کی تفسیر میں لکھا ہے:۔ حضرت داؤدؑ محراب میں زبور پڑھ رہے تھے (یعنی خدا کی حمد کے گیت گا رہے تھے) کہ ایک سونے کی کبوتری آپ کے پاس آ کر گری (اب سونے کی کبوتری کس

طرح چھوڑ سکتے تھے چنانچہ) آپ اس کو پکڑنے لگے وہ منڈیر پر جا بیٹھی (زبور ایک طرف رکھ دی ہے خدا کی حمد کے گیت سب بھول جاتے ہیں، سونا نظر آ گیا نعوذ باللہ من ذلک اور اس کے پیچھے دوڑ پڑے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو اتنی دولت اور سونا اور جواہرات عطا فرمائے تھے کہ اس سے بڑھ کر کسی اور نبی کو دولت عطا کرنے کا کوئی ذکر نہیں ملتا مگر مفسرین کے نزدیک ان کی حرص کی حالت یہ تھی کہ نعوذباللہ من ذلک کبوتری کے پیچھے دوڑ پڑے وہ منڈیر پر جا بیٹھی) آپ منڈیر پر چڑھے تو باغ میں ایک عورت کو نہاتے دیکھا (تو کبوتری بھول گئی اور) اس پر فریفتہ ہو گئے۔ پھر اس کے خاوند کو محاذ جنگ میں بھجوا کر قتل کروا دیا اور خود اس سے شادی کر لی اور اس سے قبل آپؑ کی ۹۹ بیویاں تھیں۔

یہ ہیں ان کی تفسیریں اور یہ ہے ان کے انبیاء کے متعلق تصور نعوذباللہ من ذالک ۔ آج دنیا کے ایک ذلیل بادشاہ کے متعلق بھی ایسی بات کہی جائے تو وہ مرنے مارنے پر تل جائے اور دنیا میں شور پڑ جائے۔ اگر وہ سچ ہو تو اس بات پر انقلاب آ سکتے ہیں۔ ایک بادشاہ کے متعلق ثابت ہو جائے کہ اس نے از راہ ظلم وستم اپنے ایک جرنیل کو مروا دیا اس لئے کہ اس کی بیوی پر قبضہ کرے یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہوتا۔ یہ ایک ادنیٰ دہریہ کے لئے بھی ایک بہت بڑا جرم ہے۔ لیکن مفسرین کہتے ہیں کہ خدا کے ایک نبی اور نبیوں میں بھی ایک ذی شان نبی جس کا قرآن کریم میں بڑے ہی پیار اور محبت سے ذکر ملتا ہے وہ ایک عورت پر نعوذباللہ من ذالک فریفتہ ہو گئے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ کی جس چیز کی تعریف کی گئی ہے اس میں ان لوگوں نے کیڑے نکالنے کی کوشش کی ہے اور خدا کا کوئی خوف نہیں کھایا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے لاعلمی میں ایسا کیا ہو لیکن لاعلمی میں بھی حد سے بڑھ گئے۔ جہاں جہاں بھی خدا تعالیٰ اپنے نبیوں کو پاک ٹھہراتا ہے وہیں ان کے متعلق جرم ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ اس قسم کی جتنی آیات ہیں جن کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مفسرین نے انبیاء علیہم السلام پر جرم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان میں دراصل عائد کردہ الزامات کی نفی ثابت ہوتی ہے نہ کہ اثبات جرم۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس نبی کو جس صفت کے شہزادہ کے طور پر پیش کرتا ہے یہ مفسرین اسی صفت کی نفی کر دیتے ہیں اور تعریف کی بجائے ایک نہایت مکروہ اور گندا داغ لگا دیتے ہیں۔

اور اب حضرت یوسف علیہ السلام کے بارہ میں سنئے۔ آپ نہایت پاک باز اور عفت مآب

نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عفت اور پاکبازی کے اظہار کے طور پر وہ قصہ پیش فرمایا ہے جسے لوگوں نے یوسف اور زلیخا کا قصہ بنالیا ہے۔ مگر مفسرین حضرت یوسف علیہ السلام کو **نعوذ باللہ من ذالک** مغلوب الشہوات کے طور پر پیش کرتے ہیں اور زلیخا کو حضرت زلیخا کے نام سے یاد کرتے ہیں اور عفت کی شہزادی کے طور پر پیش کرتے ہیں:

ع خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد

اس سے زیادہ اور کسی بات پر یہ مصرعہ صادق نہیں آسکتا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جس کی پاکیزگی کو خود خدا بیان فرما رہا ہے اس کے اندر یہ لوگ گند ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور جس کا گند خدا تعالیٰ ظاہر فرما رہا ہے اس کو پاکیزہ ٹھہرا کر اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ یہ قرآن ہے تمہارا! اور یہ انبیاء کے بارہ میں تمہارا تصور ہے تو پھر خدا کی قسم ہم مجرم نہیں اس بات کے کہنے پر کہ تمہارا قرآن اور ہے اور ہمارا اور۔ تمہارے انبیاء اور ہیں ہمارے انبیاء اور۔ تمہارے ان تصورات کا کوئی تعلق نہیں ان تصورات کے ساتھ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں عطا فرمائے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی نے بہت سی ایسی روایات درج کر کے ان کی تردید کی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس عورت سے زنا کا پکا ارادہ کر لیا اور پھر کیا کیا ہوا۔ کئی صفحات پر پھیلی ہوئی روایات آپ پڑھیں تو آپ کے پسینے چھوٹ جائیں، بڑا خوفناک نقشہ کھینچا ہے حتیٰ کہ ان کا باپ سامنے کھڑا ہو گیا یعنی خدا تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیج دیا کہ کچھ تو حیا کرے گا۔ **نعوذ باللہ من ذلک** ۔ (یہ غیروں کا تصور ہے ہمارا تصور یہ نہیں ہے) چنانچہ اس طرح نقشہ کھینچتے ہیں کہ آخر خدا نے تنگ آکر حضرت یعقوبؑ کو سامنے لا کھڑا کیا اپنے باپ کے سامنے بھی یہ جرأت کرے گا۔ نہایت بے باکی کے ساتھ اس قسم کی باتیں تفسیر جلالین میں بھی لکھی ہیں اور تفسیر جامع البیان میں بھی۔ تو جس کو خدا عفت کے شہزادہ کے طور پر پیش کرتا ہے یعنی نبیوں میں بھی وہ جو عفت کا شہزادہ کہلاتا ہے اس کا یہ حال تھا تو عام آدمی جو نبی نہیں ہیں خواہ ولی ہوں خواہ قطب ہوں یا غوث ہوں ان کا پھر کیا حال ہوگا اور جو ان سے ادنیٰ درجہ کے لوگ ہیں ان کی عصمت کا پھر کیا تصور ہوگا۔ دیکھیں کس قدر ظالمانہ حملے کئے ہیں اور جب حکم و عدل آیا اور ان تمام حملوں سے قرآن کریم کے اصفیٰ انوار کو پاک اور صاف کر کے دکھایا تو

اس وقت یہ لوگ الٹا ہم پر حملے کرنے لگے کہ اچھا پھر تمہارا قرآن اور ہے اور ہمارا قرآن اور۔ ہمارا قرآن تو وہی قرآن ہے جو تمام انبیاء کی عصمت کی گواہیاں دیتا ہے ان پر گندے الزام نہیں لگاتا ہے۔

اور زلیخا کے متعلق سنئے۔ ایک نہایت ہی عجیب وغریب قصہ درج کرتے ہیں۔ یہ اقتباس چونکہ بڑا لمبا ہے اس لئے میں اس میں سے ایک حصہ کو لیتا ہوں فرماتے ہیں۔

''انصاف اور حقیقت ایمان و دیانت کی نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت زلیخا کی پاک دامنی کی مثال آج ہمارے معاشرہ میں مفقود ہے (انا للہ و انا الیہ راجعون) اس معاشرہ کا کیا حال ہوگا جس میں یہ ''پاکدامنی'' مفقود ہو) کہ جس اللہ کی بندی نے تمام عمر صبر وتحمل سے گزار دی اور دامن عصمت کو داغدار نہ ہونے دیا اور باوجود دولت مند وحسینہ جمیلہ ہونے کے جب کہ بوجہ زمانہ جاہلیت آزادی و بے پردگی بھی میسر تھی ایک نامرد کے ساتھ سب جوانی گزاری۔ اور دولت بکارت کو کمال حفاظت سے بچائے رکھا۔ (یہ بھی اپنی طرف سے قصہ گھڑ لیا کہ عزیز مصر گویا کہ نامرد تھا کیسی کیسی جولانیاں دکھارہے ہیں ان کے دماغ!) ایک شادی شدہ عورت کو حصول نفسانیت و بدچلنی کی وہ تمام سہولتیں حاصل ہوتی ہیں جو بے نکاحی گھریلو پابند لڑکی کو میسر نہیں ہو سکتیں۔ اور جتنا بے نکاحی گھر کی مستورہ عورت کو بدنامی کا خطرہ ہوتا ہے اتنا شادی شدہ کو نہیں ہوتا۔ ایسی آزاد فضا کی پرورش یافتہ عورت کا اپنی چادر عصمت کو تار تار نہ ہونے دینا ولایت کاملہ اور فضل ربی نہیں تو اور کیا ہے۔ (زلیخا کا یہ ذکر قرآن کریم میں پڑھ لیں اور پھر اس عبارت پر نظر ڈالیں تو حیرت ہوتی ہے کہ جواز کس قسم کے ڈھونڈ نکالے ہیں۔ ان کا تو باقاعدہ تجزیہ ہونا چاہیے تا کہ کسی زمانہ کے سائنسدان پھر یہ غور کریں کہ ان لوگوں کے دماغوں کی بناوٹیں کیا تھیں۔ جنہوں نے یہ قصے گھڑے ہیں۔ یہی نہیں آگے سنئے اس قصہ میں تو حد کر دی) مگر آفرین ہے اے نبی کی پاک دامن بیوی زلیخا۔ (یعنی حضرت یوسفؑ سے شادی بھی کروادی کہتے ہیں آفرین ہے اے نبی کی پاک دامن بیوی زلیخا)

تیری اس عظمت وہمت پر جب حجلۂ عروسی میں تقرب یوسفی کا حصول ہوتا ہے تو زیور عصمت کے ساتھ ساتھ سرمایہ عذارت وبکارت سے بھی مزین ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) ....زلیخا کی پاک دامنی کو آشکار افرمایا۔ گستاخی کی پٹی باندھ کر اگر ان باتوں سے منہ موڑ لیا جائے تو اور بات ہے ورنہ انصاف کی نگاہ اس سچائی کے انکار کی اجازت نہیں دیتی۔‘‘

(العطایا الاحمدیہ فی الفتاویٰ نعیمیہ صفحہ ۳۵۸ تا ۳۶۱)

پس ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں ہمارا قرآن، ہمارے نبی وہی ہیں جو تمہارے ہیں۔ خدا کی قسم نہیں ہیں۔ ہم تو اس قرآن کے قائل ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب صافی پر نازل ہوا تھا۔ ہم تو ان رسولوں کے قائل ہیں اور ان پر ایمان رکھتے ہیں جن کا بڑی محبت کے ساتھ قرآن کریم بار بار ذکر کرتا ہے اور جن کی پاکیزگی کی گواہیاں دیتا ہے۔ تم کن نبیوں کی طرف ہمیں کھینچ کر لے جا رہے ہو۔ کوئی نبی ایسا باقی نہیں رہا جس کا قرآن میں ذکر ہوا ور تم نے اس پر طعنہ زنی نہ کی ہو اور اس پر داغ نہ لگائے ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق تفسیر النسفی میں زیر آیت وَّكَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَيۡهَا (النمل: ۴۵) میں مؤلف نے بعض ایسی بے ہودہ روایات درج کر کے انکی تردید کی ہے چنانچہ ایک روایت یوں ہے کہ:

’’جن ناپسند کرتے تھے کہ حضرت سلیمان ملکہ سبا سے شادی کر لیں۔ (حضرت یوسفؑ کے بارہ میں بھی شادی ہی کا قصہ ہے اور یہاں بھی یہی ہے) کیونکہ وہ جنیہ تھی اور جنوں کو ڈر یہ تھا کہ ان کا بچہ جن وانس کی ذہانت کا مالک ہو جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے متنفر کرنے کے لئے حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ ملکہ سبا کی پنڈلیوں پر بہت بال ہیں اور اس کے پاؤں گدھے کے پاؤں کی طرح ہیں۔ چنانچہ اس وہم کو دور کرنے کے لئے حضرت سلیمان نے عرش بنایا (یعنی جو محل بنوایا گیا جس میں صاف شفاف شیشے کا فرش تھا اسے حضرت سلیمان نے نعوذ باللہ من ذلک واقعۃً شادی کرنے کے لئے بنوایا تھا) اور پانی کے

نظارے سے اسکی پنڈلیاں دیکھ لیں ۔وہ خوبصورت پنڈلیوں والی تھی ۔ پھر حضرت سلیمانؑ نے اپنی آنکھیں پھیرلیں۔'' (تفسیر نسفی سورۃ نمل)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس مقام میں قرآن شریف میں یہ آیت ہے قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ (النمل: ۴۵) یعنی اس نبی نے کہا کہ اے بلقیس تو کیوں دھوکا کھاتی ہے۔ یہ تو شیش محل کے شیشے ہیں جو اوپر کی سطح پر بطور فرش کے لگائے گئے ہیں اور پانی جو بہت زور سے بہہ رہا ہے وہ تو ان شیشوں کے نیچے ہے نہ کہ یہ خود پانی ہیں۔ تب وہ سمجھ گئی کہ میری مذہبی غلطی پر مجھے ہوشیار کیا گیا ہے اور میں نے فی الحقیقت جاہلیت کی راہ اختیار کر رکھی تھی جو سورج کی پوجا کرتی تھی۔'' (نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۴۱۱)

ہاں ٹھیک ہے ہم اس قسم کے انبیاء کے قائل ہیں جن کا تصور اسی قرآن سے ملتا ہے جو حضرت محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوا تھا اور اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم میں غوطہ خوری کے بعد علوم و معرفت کے بے بہا موتیوں کو نکالا اور ہمارے سامنے پیش کیا۔ اس قرآن کو چھوڑ کر ہم اور کس قرآن کے پیچھے جائیں گے۔

اور روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ نے حضرت سلیمانؑ کے بارہ میں مشہور ایک بیہودہ قصہ کو درج کر کے اس کی تردید کی ہے چنانچہ اس قصہ کے مطابق حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی شیطان نے لے کر پھینک دی ۔آپ کی بادشاہت جاتی رہی (کوئی ذکر کوئی اشارہ بھی قرآن کریم میں نہیں کہ بادشاہت جاتی رہی بلکہ یہ ذکر ملتا ہے کہ یہ دعا کی تھی کہ ایسی بادشاہت عطا فرما کہ جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہ ہو) وہ شیطان جس کا نام آصف تھا آپ کے تخت پر بیٹھ گیا۔

حضرت سلیمانؑ کا اگلا قصہ سنئے یہاں تک تو انسان پھر بھی سن لیتا ہے گو برداشت تو نہیں ہوتا مگر بہر حال جو گند آگے چل کر اچھالا گیا ہے اس کے مقابل پر یہ کچھ بھی نہیں چنانچہ لکھا ہے:۔

یہ شیطان حضرت سلیمانؑ کا روپ دھار کر آپ کی بیگمات سے حیض کے دوران مباشرت کرتا رہا''۔ (تفسیر روح المعانی سورۃ ص زیر آیت **ولقد فتنا سلیمن**)

یہ تو تھے وہ ظلم جو دیگر مقدس انبیاء پر بعض لوگوں نے نادانی سے توڑے یا بعض لوگوں نے دشمنوں کی باتوں میں آکر ظلم ڈھائے ۔گو ہر شخص کے دل کا حال تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن جہاں تک ہم نظر دوڑا کر دیکھ سکتے ہیں ایسے لوگ جنہوں نے ایسے حوالے پیش کئے ہیں ان میں بعض بڑے خدا ترس لوگ بھی تھے ۔بڑے بڑے علماء بھی تھے انہوں نے ساری زندگیاں خدمت دین میں خرچ کیں ۔مگر پھر بھی وہ اپنے زمانہ کے اثرات سے کلیۃً بچ نہیں سکے ۔نتیجہ یہ نکلا کہ کہیں یہودیوں کی روایات اسلامی لٹریچر میں شامل ہوگئیں، کہیں عیسائیوں کی روایات داخل ہوگئیں ۔ چونکہ یہ راوی اس طرح معصوم نہیں تھے جس طرح خدا کا نبی معصوم ہوتا ہے یعنی نبیوں کی طرح براہ راست اللہ کی طرف سے مہدی نہیں بنائے گئے تھے اس لئے جہاں بہت سی اچھی باتیں لکھیں وہاں اس قسم کی غلط باتیں بھی کہہ گئے ۔ایسی غلطیوں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے مہدی کو بھیجنا تھا ۔چنانچہ مہدی علیہ السلام کی بعثت کے عظیم مقاصد میں سے ایک بہت بڑا مقصد عقائد کی اصلاح تھا۔اللہ تعالیٰ نے جب مہدی علیہ السلام کو بھیجا تو یہی لوگ تھے جو اس پر طعن کرنے لگے اور اس کا تمسخر اڑانے لگے، اس کے متعلق جھوٹ بول بول کر اسے بدنام کرنے اور اس پر تہمتیں لگانے لگے ۔سوال یہ ہے کہ جو لوگ ان برگزیدہ ہستیوں پر بھی تہمتیں لگانے سے باز نہیں آتے جن کو وہ خدا کے پاک نبی تسلیم کرتے ہیں تو ایسے شخص کے متعلق کیا کچھ نہیں کہیں گے جن کو بزعم خویش جھوٹا اور مفتری گردانتے ہیں۔

پس ایسے لوگوں کی باتوں کا کچھ بھی اعتبار نہیں لیکن اب سب ظلموں سے بڑھ کر جو ظلم کیا گیا اور سب سے زیادہ سفا کانہ حملے کئے گئے وہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ذات پر کئے گئے ہیں۔اب اس کو نادانی کہہ لیں یا لاعلمی ۔ جہالت کہہ دیں یا جو چاہیں نام رکھ دیں ۔بے شک کہہ دیں کہ بزرگ تھے مگر غلطی ہوگئی لیکن یہ غلطی ایسی ہے کہ آج بھی حضرت رسول کریم ﷺ کے متعلق یہ باتیں سن کر دل کھولنے لگتا ہے۔تفسیر جلالین اور اسباب النزول للسیوطی میں زیر آیت

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ (الحج:۵۳)

لکھا ہے:

’’قریش کی ایک مجلس میں رسول اللہ ﷺ نے سورۃ نجم کی آیات
اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝۲۰ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝۲۱
(النجم:۲۰-۲۱) پڑھیں تو شیطان نے آپؐ کی زبان پر وحی کر کے یہ جاری کر دیا تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی اس پر قریش بہت خوش ہوئے۔‘‘

ذرا سوچئے! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر شیطانی وحی؟ آپ تصور کریں حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح ان کے ذہن میں یہ بات داخل ہوئی کس طرح ان کی قلموں پر جاری ہوئی۔ اس تفسیر کو تو میں شیطانی وحی کہہ سکتا ہوں لیکن میں یہ نہیں مان سکتا، کبھی نہیں مان سکتا اور نہ کوئی احمدی کبھی مان سکے گا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قریب بھی شیطان پھٹکا ہو۔

یہ روایات ہیں جن کو لے کر پھر دشمنان اسلام نے آنحضرت ﷺ پر نہایت گندے حملے کئے ہیں اور جب ان کو کھود کر دیکھتے ہیں تو ہر جگہ اس خطرناک فروگزاشت کا ذمہ دار کوئی نہ کوئی سادہ دماغ یا کوئی کم علم مسلمان ہی نظر آتا ہے۔ آخر سادگی کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے اور یہ سوچنا چاہئے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں، کس کے متعلق لکھ رہا ہوں۔ مگر ایسے ایسے ناپاک حملے **نعوذ باللہ من ذلک** حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کئے گئے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے چنانچہ تفسیر جلالین میں حضرت زینبؓ کے متعلق جو خامہ فرسائی کی گئی ہے خود آنحضرت ﷺ کے تعلق میں۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس پر جو حملہ کیا گیا ہے وہ سنئے:۔

کسی کام کے لئے زید بن حارث کے گھر گئے تو ہوا سے دروازے کا پردہ ذرا اڑا تو حضرت زینبؓ پر نظر پڑی۔ ان کی خوبصورتی پر فریفتہ ہو گئے۔‘‘

(تفسیر سورۃ الاحزاب آیت ۳۷-۳۸)

اور آگے طلاق والا وہ قصہ ہے جان کٹنے لگتی ہے جب انسان یہ لفظ پڑھتا ہے کہ تمام عصمتوں کے شہزادوں سے بڑھ کر وہ عصمت کا شہزادہ جس سے زیادہ پاکیزگی کسی نبی کو نصیب نہیں ہوئی اس مزکی اور مطہر کے متعلق وہ لکھتے ہوئے ان کا دل نہیں ڈولتا اور ان کی جان نہیں گھٹتی۔ جان گھٹنے کا کیا سوال ہے وہ تو بڑے مزے لے لے کر ان قصوں کو تفاسیر میں بیان کرتے ہیں۔ اس قسم

کے بہت سارے حوالے میرے پاس موجود ہیں لیکن انسان ان کو پڑھ نہیں سکتا۔

اور یہ عبارتیں تو اور بھی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہیں جو میں پیش کرنے لگا ہوں۔ایسی ایسی عجیب بحثیں اٹھائی گئی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔آج کل کے علماء کی طرف سے ایسے ایسے خوفناک لفظ استعمال کئے گئے ہیں شیعہ علماء کی طرف سے بھی اور سنی علماء کی طرف سے بھی۔آپ پڑھیں تو حیران رہ جائیں گے۔ایک چوٹی کے دیوبندی عالم جو انتہائی مرتبے تک پہنچے ہوئے ہیں، ان کے نزدیک وہ کہتے ہیں:

''ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو۔ چہ جائیکہ زیادہ۔''

(براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد مصدقہ رشید احمد گنگوہی صفحہ ۴۷)

یعنی دیوبندیوں اور بریلویوں کے درمیان اس بات پر بحثیں ہوتی رہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا علم کتنا تھا۔ ذرا غور کریں کہ جن لوگوں کو خود کوڑی کا علم نہیں وہ یہ فیصلہ کرنے بیٹھے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا علم کتنا تھا اور پھر دونوں طرف سے گستاخیاں ہوئی ہیں اور بہت خوفناک گستاخیاں ہوئی ہیں۔ پھر یہ بحثیں چلی ہیں کہ آپؐ حاضر ناظر تھے یا نہیں تھے' آپؐ حاضر ناظر ہیں یا نہیں ہیں۔ان بحثوں پر آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ایک فریق اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ آپؐ حاضر ناظر ہیں جو نہیں کہتا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا فریق جواب دیتا ہے اگر آپؐ حاضر ناظر ہیں تو پھر جب آپ اپنی بیویوں سے خلوت کرتے ہیں تو کیا رسول کریم ﷺ موجود ہوتے ہیں۔ جواباً دوسرا فریق کہتا ہے کہ ہاں موجود ہوتے ہیں مگر حیا کی وجہ سے آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کا کیا تصور ہے جو انہوں نے بنا رکھا ہے۔ان لوگوں نے نہ تو خدا کا تصور باقی رہنے دیا اور نہ محمد مصطفی ﷺ کا ارفع واعلیٰ تصور باقی رہنے دیا۔ان کی زبانوں کی کاٹ آپؐ کے دائیں بھی نظر آتی ہے اور بائیں بھی۔آپؐ کے شرقی نور کا بھی کچھ نہیں چھوڑا اور غربی نور کا بھی کچھ نہیں چھوڑا۔ ہر طرف سے آپؐ کی ذات اقدس پر ناپاک حملے کئے ہیں اور اسلام کو ایسا مسخ کر کے پیش کیا ہے کہ اگر اس اسلام کو پیش کر کے دنیا کو اسلام کی طرف بلایا جائے تو کوئی معقول اور ذی ہوش انسان اس کی طرف منہ بھی نہ کرے لیکن وہ جو ان کی اصلاح احوال کے لئے آیا ہے جسے خدا کی طرف

سے حکم وعدل کی کرسی پر بٹھایا گیا ہے اس پر زبان طعن دراز کرتے نہیں تھکتے۔

دیوبندی مولویوں نے ایک اور موازنہ کیا ہے وہ بھی سنئے :۔

> ”غور کرنا چاہئے کہ شیطان، ملکوت الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو، خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔“
>
> (براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد صدر مدرسہ دیو بند یہ سہارنپور مصدقہ رشید احمد گنگوہی صفحہ ۴۷)

یہ عبارت کچھ ایسی ہے کہ شاید بہت سے لوگوں کو سمجھ نہ آئے اس لئے میں یہ بتا دیتا ہوں کہ یہاں بحث یہ چل رہی ہے اور اس بحث میں یہ باتیں اٹھاتے ہوئے ان کو حیا نہیں آئی کہ **نعوذ باللہ من ذلک** شیطان سے رسول کریم ﷺ کے علم کا موازنہ کر رہے ہیں کہ شیطان لعین سے آپ کا علم زیادہ تھا یا کم۔ جس کو کسی سے ادنیٰ سی بھی محبت اور احترام ہو وہ اس قسم کا ناپاک موازنہ کرتا ہی نہیں۔ آخر کوئی آدمی یہ بحث کیوں نہیں اٹھاتا کہ اس کی ماں فاحشہ عورت تھی یا نہیں اس لئے نہیں اٹھاتا کہ ماں سے سچی محبت ہوتی ہے اس لئے کوئی بھی آدمی اپنی ماں کے خلاف بے حیائی کی بات نہیں سن سکتا لیکن حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے علم کا موازنہ شیطان سے کرتے ہوئے کوئی حیا نہیں آئی۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ان کو یہ بات کہنے کی جرأت کیسے ہوئی کہ شیطان کا علم زیادہ تھا یا رسول کریم ﷺ کا۔ تم بڑے فخر اور جوش کے ساتھ یہ ثابت کر رہے ہو کہ رسول کریم ﷺ کا علم شیطان سے زیادہ تھا اور تمہارا فریق مخالف جواباً یہ کہہ رہا ہے کہ نہیں، شیطان کا علم حضور اکرم ﷺ سے زیادہ تھا **نعوذ باللہ من ذلک**۔ یہ ہیں ان کے عشق و محبت کے تذکرے اور یہ ہے ان کا تصور آنحضرت ﷺ کے بارہ میں۔ گستاخی کی زبان ان کی رکتی نہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

> ”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول غیب سے ہی ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض ہے یا کل غیب۔ اگر بعض امور غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ اگر بعض امور غیبیہ مراد ہیں ایسا علم غیب تو زید، عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے

بھی حاصل ہے۔'' (حفظ الایمان مصنفہ اشرف علی تھانوی ص ۱۱۶)

دلیل دو اور بے شک جو ایک غلط اور فاسد عقیدہ ہے اس کو غلط ثابت کرو مگر گستاخی تو نہ کرو۔ آنحضرت ﷺ کا مجنون اور جمیع حیوانات سے مقابلہ وموازنہ تو نہ کرو۔ یہ تو ایسی گستاخی ہے کہ اس سے آدمی پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو بریلویوں پر بڑی بڑی زبانیں کھولتے ہیں کہ وہ مشرک ہیں اور یہ کہ انہوں نے گویا آنحضرت ﷺ کے مقام کو بڑھا دیا اور غیروں کو خدا کے ساتھ شریک کرلیا۔ یعنی ان میں دو قسم کے شرک گنواتے اور حملے کرتے ہیں کہ ایک شرک فی النبوت اور دوسرا شرک فی الالوہیت کہ وہ الوہیت باری میں بھی شریک ٹھہراتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے تقدس میں بھی غیر اولیاء کو شریک ٹھہراتے ہیں اور خود بڑے موحد بنتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں کیسی کیسی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ اپنے علماء کے متعلق کیا کیا لکھتے ہیں یا ان کے متعلق کیا تصور رکھتے ہیں وہ سن لیجئے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کی وفات پر ''شیخ الہند'' مولوی محمود الحسن صاحب نے جو مرثیہ لکھا اس کے (صفحہ:۲-۱۴) چند اشعار سننے کے لائق ہیں۔

زبان پر اہل ہوا کی ہے کیوں اعل ھبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

نعوذ باللہ من ذلک گویا رشید احمد گنگوہی بانی اسلام کے ثانی ہیں اس لئے اب مقابل کے لوگ اعل ھبل کی آوازیں بلند کرتے ہیں پھر کہتے ہیں:

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
میرے مولا میرے ہادی تھے بیشک شیخ ثانی
پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینہ میں تھے ذوق وشوق عرفانی

یہ ان کا عرفان ہے یعنی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ثانی ہو گئے اور گنگوہ کعبہ کا ثانی ہی نہیں بلکہ کعبہ اس کی راہ دکھانے والا بن گیا۔ کعبہ تو اس کی اردل میں آجاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر تمنا پوری نہیں ہوئی۔ مقدس مقام کو دیکھنے کی جو حرص و آرزو تھی وہ پوری نہ

ہوئی۔اس لئے کہتے ہیں ہم پوچھتے پھرتے تھے کہ کعبے تو آ گئے ہیں گنگوہ کا رستہ تو دکھاؤ وہ کس طرف ہے؟ گویا کعبہ سے بھی اگلا مقام گنگوہ ہے۔اور پھر یہاں آ کر بھی تسلی نہیں ہوتی تو تربتوں کی پوجا کا الزام لگانے والے یہ دیوبندی اپنے مولویوں کی تربت کو کس نظر سے دیکھتے ہیں وہ بھی سن لیجئے فرماتے ہیں۔

ے تمہاری تربت انوار کو دے کر طُور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار اَرِنیِ مری دیکھی بھی نادانی

اب یہاں ”مری دیکھی بھی نادانی“ میں تو کوئی عذر نہیں کیونکہ اس کا ایک اور مفہوم بھی ہے جیسے غالب نے کہا ہے۔

ے یوسف اس کو کہوں اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی
گر بگڑ بیٹھے تو میں لائق تعزیر بھی تھا

(دیوان غالب صفحہ ۸۰)

ایک یہ نادانی بھی ہوسکتی ہے۔یہ کہہ کر کہ میں نے اپنے امام کی ہتک کردی ہے کہ تمہاری تربت کہاں کہاں ہوئی لیکن یہ معنی نہ تھے۔پھر بھی نادانی کی گنجائش کوئی نہیں رہتی۔نادانی ایک دفعہ ہو گئی دودفعہ ہوگئی لیکن یہ مرثیہ خواں تو کہتے ہیں

ع کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی

یہ نادانی نہیں یہ تو خطا ہے اور ایسی بڑی خطا ہے کہ ایک مولوی صاحب کی تربت کو طُور سے تشبیہ دے رہے ہیں۔یعنی خدا کو مخاطب کر کے حضرت موسیٰؑ نے جو کہا تھا ارنـــــی۔یہ ایک تربت کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں ارنی مجھے اپنا جلوہ دکھا اور اب بھی یہ موحدین ہیں۔اور صرف یہی نہیں آگے چل کر ان کے نزدیک ان کے مولویوں اور مفتیوں کا مقام کیا ہے وہ بھی سن لیجئے:

”آج نماز جمعہ پر یہ خبر جانکاہ سن کر دل حزین پر بے حد چوٹ لگی کہ رحمۃ اللعالمین (مفتی محمد حسن دیوبندی لاہور) دنیا سے سفر آخرت فرما گئے۔“

(تذکرہ حسن بحوالہ ماہنامہ تجلی دیوبند و ماہنامہ نوری کرن بریلی فروری ۱۹۶۳ء)

کیا ان لوگوں نے اب کوئی گنجائش باقی رہنے دی۔انہوں نے اپنے ایک دیوبندی مفتی

صاحب کو رحمۃ للعالمین کا مقام دیا اور پھر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی جو خصوصیات بیان کی ہیں وہ بھی سنئے۔ کہتے ہیں:

''آپ کا قد مبارک اور رنگت اور چہرہ شریف اعلیٰ اور تن شریف حضرت مولانا اشرف علی جیسا تھا۔''

(اصدق الرؤیا صفحہ ۵)

یعنی آنحضرت ﷺ کا حلیہ مولوی اشرف علی تھانوی جیسا تھا۔ یہ چونکہ خواب ہے اس لئے ہم اس کو ہدف ملامت نہیں بناتے۔ مگر میں اس کو اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ جب کوئی احمدی خواب دیکھتا ہے تو اس پر یہ لوگ حملے کرتے ہیں اور کہتے ہیں آنحضرت ﷺ کی گستاخی ہوگئی۔ لیکن جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ خواب میں بھی کسی اور سے مشابہت دینا رسول کریم ﷺ کے خلاف گستاخی ہے تو اس سے لازماً یہ ثابت ہوا کہ دیوبندی گستاخی کی زبان کھول رہے ہیں۔ ہمارا تو یہ عقیدہ نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے تو مناظر ہی اور ہوتے ہیں، اس کی تعبیریں کی جاتی ہیں اس لئے کبھی کسی صورت میں انسان دیکھ لیتا ہے اور کبھی کسی صورت میں۔ تاہم یہ بہرحال ثابت ہے کہ شیطان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا تمثل اختیار کرے۔ لیکن ایسے لوگ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خواب میں بھی اگر کسی اور کی شکل دیکھو تو گستاخی ہوگی۔ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا حلیہ مولوی اشرف علی تھانوی جیسا تھا اور صرف یہی نہیں آگے چل کر خواب کی تعبیر بھی بیان ہو رہی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

''حضور ﷺ ہمارے مولانا تھانوی کی شکل میں ہیں''

(اصدق الرؤیا صفحہ ۲۵)

پھر لکھا ہے:

''شکل ایسی ہی ہے جیسے ہمارے مولانا تھانوی کی۔''

(اصدق الرؤیا صفحہ ۳۷)

پس بڑی بے باکی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو تھانوی سے ملا رہے ہیں یہ نہیں کہ تھانوی صاحب کو رسول اللہ ﷺ سے ملائیں۔ یہ لوگ ہم پر الزام لگاتے رہے اور ہمیشہ جھوٹے الزام دیتے رہے آخر انہوں نے خود ہی ثابت کر دیا کہ احمدیت کے خلاف ان کا پروپیگنڈہ سراسر جھوٹ اور بہتان

تھا۔اس میں کوئی بھی حقیقت نہ تھی کہ جماعت احمدیہ کا کلمہ اور ہے اور حضرت رسول کریم ﷺ نے جو کلمہ ہمیں سکھایا ہے وہ اور ہے۔

غرض ان لوگوں کا اپنا یہ حال ہے کہ شیعوں نے بھی کلمہ تبدیل کر رکھا ہے اور سنیوں نے بھی کلمہ تبدیل کر رکھا ہے۔اور یہ زبانی کلامی باتیں نہیں بلکہ ان کی مختلف کتب اور رسائل میں یہ باتیں لکھی ہوئی موجود ہیں اور یہ علماء سب کچھ جانتے ہیں لیکن اس کے باوجود خاموش ہیں ان میں سے کوئی آواز نہیں اٹھاتا۔ادھر جہاں تبدیلی نہیں کی گئی وہاں آواز اٹھا رہے ہیں لیکن جہاں تبدیلی کی گئی ہے وہاں کوئی آواز نہیں اٹھاتا۔ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، ان کو کوئی غیرت نہیں آتی۔حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے متعلق لکھا ہے۔

> ”ایک شخص نے خواجہ سے کہا (یہ خواب نہیں ہے امر واقعہ ہے ایک شخص نے حضرت خواجہؒ سے کہا) میں چاہتا ہوں کہ مرید ہو جاؤں۔کہا لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ کہو۔اس نے ایسا ہی کیا۔خواجہ نے اسے مرید کرلیا۔“ (حسنات العارفین اردو ترجمہ صفحہ ۴۳ تصنیف شہزادہ محمد دارا شکوہ قادری)

اب یہ کہنا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنا کلمہ پڑھوایا اس میں ان کی بھی بڑی سخت گستاخی اور ہتک ہے ان پر بھی بڑا ظالمانہ الزام ہے۔یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جیسے اہل اللہ بزرگ اور اپنے وقت کے مجدد ایسی باتیں کریں، لیکن جو لوگ انبیاء علیہم السلام کے خلاف بدزبانیاں کرتے ہیں اور جھوٹے افسانے گھڑ کر تہمتیں لگانے سے باز نہیں آتے وہ اپنے پیروں اور فقیروں کو ہدف ملامت بنائے بغیر کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

پس یہ وہ قوم ہے جس سے ہمیں واسطہ پڑا ہوا ہے۔ہمارا بھی عجیب حال ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے جس قوم کو ایسے علماء سے واسطہ پڑا ہو وہ تھوڑی جزا کی حقدار تو نہیں بنتی۔پس اس وقت یہ شرف صرف جماعت احمدیہ کو ہی حاصل ہے۔جو دن رات مولویوں سے زبردست مجاہدہ کرنے میں مصروف ہے اور ان کی جہالتوں کے پردے چاک کر کے دنیا کو روشنی کی طرف لانے کی زبردست کوشش کر رہی ہے۔میں سمجھتا ہوں اور میرا یہ ایمان ہے کہ جماعت احمدیہ اس وقت اتنا بڑا مجاہدہ کر رہی ہے کہ اس کے مقابلہ میں عام انسانوں کے سینکڑوں سال کے مجاہدے

ہیچ ہیں۔اس لحاظ سے بھی جماعت احمدیہ کا مقام بڑی عظمت کا حامل ہے اسی لئے قرآن کریم اس کو واضح کرتا ہے اور بتا تا ہے کہ تمہارا غیروں سے میں کیسے مقابلہ کروں تم تو وہ لوگ ہو کہ جب قدم اٹھاتے ہو تو ان لوگوں کی غیظ کی نظریں تم پر پڑتی ہیں۔ یہ ظلمتوں کی طرف لے جانے والے لوگ ہیں۔تم نور کی طرف بلانے والے لوگ ہو۔تم سے ان کا کیا مقابلہ! پس ہم ان لوگوں کے ہاتھوں دکھ تو بہت اٹھاتے ہیں مگر پھر بھی اپنے مقام کو یاد رکھتے ہوئے خدا کا شکرادا کرتے ہیں کہ کیسا عظیم الشان وہ مہدی تھا جس نے ظلمتوں کے سارے پردے چاک کر دیئے اور ہمیں اس نور کی طرف بلایا جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور کلام الٰہی کا نور تھا۔آپ نے اس نور کو دوبارہ روشن کر کے سورج اور چاند سے بڑھ کر روشن کر کے دکھا دیا۔

”اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد و علی عبدک
المسیح الموعود انک حمید مجید“